۱۵ شعبان المعظّم ۱۴۴۶ھ / 14 فروری 2025ء

مَحَبَّت

سے متعلق اسلامی تعلیمات

(عالمی یومِ محبت / Valentine Day کے تناظر میں)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account
Jamia Nizamia Rizvia Like Our Page
Jamia Nizamia Rizvia Like Our Page
Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔ [الروم30:21]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن قابلِ تعریف اوصاف سے نوازا ہے اُن میں سے ایک "مَحبّت" بھی ہے۔ جذبۂ اُلفت خالقِ کائنات کی توحید پر دلیل بھی ہے اور اُس کا پسندیدہ وصف بھی۔ پیار کے ذریعے انسان بندوں کے دل میں بھی اپنی جگہ بنالیتا ہے اور اپنے مالکِ کریم کا قُرب بھی پاسکتا ہے۔ اِس نور سے متعلق بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرتے ہوئے شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا

اِس دَور کی ظُلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو — وہ داغِ محبّت دے جو چاند کو شرما دے!

بے لَوث محبّت ہو، بے باک صداقت ہو! — سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے![1]

کسی بھی فائدہ مند چیز میں اُس کی حد سے تجاوُز کیا جائے تو وہ نقصان دہ بن جاتی ہے۔ مثلاً کھانا، پینا انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اِس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہتی، لیکن اگر انسان کھانے پینے میں حُدود وقُیود کی پابندی نہ رکھے تو جان لیوا بیماریاں بھی لاحق ہوسکتی ہیں۔ یہی صورتِ حال اُلفت وچاہت کی بھی ہے... جذبۂ محبت کو پیدا فرمانے والے ربِّ کریم کے دین نے اِس کی حُدود وقیود متعیّن فرمادی ہیں۔ اگر انسان اسلامی تعلیمات پر عمل کرے اور شریعت کی حد میں رہے تو محبّت اُسے ثُرَیّا کی بلندیوں سے بھی اُوپر لے جاتی ہے، لیکن خدانخواستہ اِس راستے میں دینی تقاضوں کو بُھلادے تو یہی محبّت اُسے ثَرَی کی پستیوں سے بھی نیچے گرادیتی ہے۔

ہمارے دَور میں محبّت کا چرچا تو بہت ہے، مگر صد افسوس کہ اِس حوالے سے اسلامی تعلیمات کو فراموش کردیا گیا ہے۔ اِسی روِش کا نتیجہ ہے کہ نوجوانوں کا کردار تباہ ہورہا ہے، اخلاق بگڑ رہے ہیں اور خواہش پرستی آخری حدوں کو چُھورہی ہے۔

محبّت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ اِس سوال کا جواب دو جملوں میں سمیٹا جائے تو وہ یہ ہے کہ اگر محبت اللہ تعالیٰ سے ہو یا اللہ کریم کے لیے ہو تو یہ دُنیا میں بھی سعادت وبرکت کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی رحمت ونَجات کا سبب ہے، لیکن اگر معاذ اللہ! پیار خواہشِ نفس کو پورا کرنے کے لیے ہو اور اُس میں ربّ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے تو دُنیا میں اُس کا انجام اخلاق وکردار کی تباہی اور ذلّت ورُسوائی ہے... جب کہ آخرت میں اُس کی سزا ربّ تعالیٰ کی ناراضی اور سخت خسارہ ہے۔

14 فروری کو عالَمی سطح پر "یومِ مَحبّت / Valentine Day" منایا جاتا ہے۔ ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ اِس دن میں ہونے والے بے ہودہ کام اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ بہر حال اِس دن کی مناسبت سے خطبہ میں محبّت کے موضوع پر گفتگو کی جائے گی۔

---

[1] مِینا: شیشہ۔ یعنی اِلٰہی! ہماری محبت بے لوث (فقط تیری رِضا کے لیے) ہو! ہماری سچائی بے باک وبے خوف ہو! ہمارے سینوں کو روشن فرمادے! اور ہمارے دلوں کو شیشے کی طرح صاف شفاف کردے۔

اللہ تعالیٰ سے محبّت

محبّت کے حوالے سے گفتگو کریں تو پہلی بات یہ ہو گی کہ انسان کو سب سے زیادہ محبّت کس سے ہونی چاہیے؟ اِس بارے میں قرآن وسنّت کی راہ نمائی تو واضح ہے، اِس کے ساتھ ساتھ اگر ہم اپنے ضمیر سے ہی پوچھیں کہ سب سے زیادہ محبّت کس سے کرنی چاہیے؟ تو ہمارا ضمیر بھی یہی کہے گا کہ سب سے بڑھ کر محبّت اُس ربِّ کریم سے کرو! جس نے تمھیں پیدا فرمایا... اپنی پسندیدہ صورت عطا فرمائی... ایک کمزور وناتواں جسم کو طاقت وَر انسان بنایا... فہم وشعور سے نوازا اور ہر لمحہ مزید نواز رہا ہے... جس کے احسانات اِس قدر ہیں کہ اگر تم اُنھیں شمار کرنا چاہو تو گنتی ختم ہو جائے گی، مگر اُس کے انعامات کا حساب نہیں کر پاؤ گے!

ضمیر بھی یہی کہتا ہے اور قرآن وسنت میں بھی اِسی کی تربیت فرمائی گئی ہے۔ خالقِ کائنات جلّ جلالہٗ نے مسلمانوں کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ ”اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبّت کرتے ہیں۔“[البقرۃ2:165]

محبّتِ الٰہی کا مفہوم: یاد رہے کہ بندوں کے ساتھ محبت کا مطلب ہم سمجھتے ہیں، یعنی دل کسی کی طرف مائل ہو، مگر خالق کے ساتھ محبّت کا مفہوم یہ نہیں، اُس کی شان بہت بلند ہے۔ بزرگوں نے لکھا: ربّ تعالیٰ سے محبت ایسی حالت ہے جسے محسوس تو کیا جاتا ہے، مگر الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، اِس کی پہچان اِس کے تقاضوں سے ہوتی ہے۔ محبتِ الٰہیہ کا تقاضا یہ ہے کہ بندے کے دل میں ربّ تعالیٰ کی تعظیم ہو، وہ اُس کے قُرب ورِضا کا طلب گار رہے، اُس کی بارگاہ میں حاضری کا شوق رکھے، خود کو ربِّ کریم کا محتاج سمجھے، اُس کے ذکر سے قرار پائے، یادِ خدا کے بغیر اُسے چین نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرے۔[1]

محبتِ الٰہی کی دُعا: اگرچہ قرآن وسنّت میں بھی تربیت فرمائی گئی اور ضمیر بھی یہی کہتا ہے، مگر بیشتر لوگ محبّتِ الٰہی کی چاشنی سے محروم رہتے ہیں؛ کیونکہ یہ نور ربّ تعالیٰ کی عطا ہے اور گناہوں کی نحوست اِس سے رکاوٹ بن جاتی ہے۔

اِس دَولت کی عظمت کا اندازہ یوں لگائیے کہ ایک مرتبہ خالقِ کائنات نے اپنے محبوبِ کریم ﷺ کو خاص الخاص رحمت سے نوازا، آپ ﷺ نے اُس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ۔ ”مجھ پر ہر چیز ظاہر ہو گئی اور مَیں نے پہچان لی۔“

اُس موقع پر ربِّ کریم نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا: کچھ مانگ لیجیے! تب سرکار ﷺ نے (تعلیمِ اُمّت کے لیے) یہ دُعا بھی کی: وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُ إِلٰى حُبِّكَ! ”اِلٰہی! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی محبّت عطا فرما دے! جو تجھ سے محبّت کریں اُن کا پیار عطا کر دے! اور اپنی محبّت کے قریب کرنے والے اعمال کی چاہت دے دے!“(ترمذی:3235)

---

[1] وَأَمَّا مَحَبَّةُ الْعَبْدِ لِلّٰهِ تَعَالٰى: فَحَالَةٌ يَجِدُهَا مِنْ قَلْبِهٖ تَلْطُفُ عَنِ الْعِبَارَةِ، وَقَدْ تَحْمِلُهٗ تِلْكَ الْحَالَةُ عَلَى التَّعْظِيْمِ لَهٗ وَإِيْثَارِ رِضَاهُ وَقِلَّةِ الصَّبْرِ عَنْهُ وَالْاِحْتِيَاجِ إِلَيْهِ وَعَدَمِ الْقَرَارِ مِنْ دُوْنِهٖ وَوُجُوْدِ الْاِسْتِيْنَاسِ بِدَوَامِ ذِكْرِهٖ لَهٗ بِقَلْبِهٖ۔ (الرسالة القشيرية:485/2)

اللہ تعالیٰ کے لیے محبّت

نفع بخش محبّت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہو... یا اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے سب سے زیادہ پیار کس سے ہونا چاہیے؟ قرآن وحدیث میں بھی یہی سکھایا گیا ہے اور ضمیر بھی یہی کہتا ہے کہ مخلوق میں سب سے زیادہ پیار اُس رسولِ کریم ﷺ سے کرنا چاہیے جن سے خالقِ کائنات بھی اپنی شان کے مطابق محبّت فرماتا ہے، جنھوں نے ہمیں سیدھا راستہ بتایا ہے، بلکہ مُشتِ خاک کو انسانی اقدار کی پہچان کروائی ہے، جن کے قدموں سے وابستگی دُنیا میں بھی کامیابی کی ضمانت ہے اور آخرت میں بھی اُنہی کی شفاعت کا سہارا ہے۔

عِشقِ مصطفٰی کی عظَمت: سینکڑوں نصوص میں عشقِ مصطفٰی کا شوق دلایا گیا ہے، حتّٰی کہ سیدنا انَس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق امام الانبیا ﷺ کے اپنے ارشادِ گرامی کا مفہوم ہے: "اللہ کی قسم! جب تک انسان کے دل میں میری محبّت دیگر تمام سے بڑھ کر نہ ہو، تب تک اُس کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔" (صحیح بخاری، حدیث:14، 15)

اگر رحمتِ الٰہی سے عشقِ مصطفٰی ﷺ کی مٹھاس نصیب ہو جائے تو موت بھی پُر لُطف ہوتی ہے اور خدانخواستہ انسان اِسے حاصل نہ کر پائے تو زندگی بھی بے مزہ ہو جاتی ہے۔ اسلامی تاریخ عاشقانِ جانِ جاناں ﷺ کی داستانوں سے بھری پڑی ہے، جن کی اُلفت سچی تھی تو اُن کی زندگیاں بھی قابلِ رشک بنیں اور اُن کی اموات بھی لائقِ فخر ہوئیں... اور اِس دَولت سے محروم لوگوں کی بے کیف زندگیاں تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی رہے ہیں۔

محبّت للہ کے دیگر ذرائع: اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے محبت کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً:

⇐ اللہ کریم کے پیاروں سے محبت کرنا... جیسے صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام، اولیائے ذوی الاحترام اور علمائے ذی شان کی چاہت۔

⇐ اُس بندے سے محبت کرنا جس کے ذریعے فرماں برداری کی توفیق ملی... جیسے نیکی کی راہ نمائی کرنے والے اُستاذ اور دوست کی اُلفت۔

⇐ اپنے والدین سے اِس لیے محبت کرنا کہ ربّ تعالیٰ نے اُن سے حُسنِ سلوک کا حکم فرمایا ہے۔

⇐ اولاد کے ساتھ اِس وجہ سے پیار کرنا کہ دین نے اُن پر شفقت اور اُن کی اچھی تربیت کا شوق دلایا ہے اور تربیت یافتہ اولاد مرنے کے بعد نیکیوں میں اضافہ کا ذریعہ بنتی ہے۔

⇐ رشتہ داروں سے فقط اِس لیے پریت نبھانا کہ رسولِ خدا ﷺ نے اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔

⇐ غریبوں اور کمزوروں سے فقط اِس لیے لگاؤ رکھنا کہ اُن کی مدد سے ربّ تعالیٰ کی رِضا نصیب ہوتی ہے۔

⇐ علمِ دین سیکھنے والوں کی طرف اِس لیے میلان رکھنا کہ وہ دینِ خدا کے خدمت گزار بنیں گے۔

اِن سب صورتوں میں محبت کا بنیادی مقصد فقط رِضائے اِلٰہی ہو... رشتہ داری، دوستی، احسانات اور دیگر چیزیں سب بعد میں ہوں تو اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی محبّت بھی نصیب ہوتی ہے اور ایمان کی مٹھاس بھی مل جاتی ہے۔

جن خوبیوں سے ایمان کی مٹھاس ملتی ہے اُن سے متعلق حدیثِ مبارک کے الفاظ ہیں: وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ۔ "انسان صرف اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے بندۂ خدا سے محبت کرے (تو اُسے حلاوتِ ایمان نصیب ہوتی ہے)۔" (صحیح بخاری: 6941)

میاں بیوی کے درمیان محبّت: ازدواجی زندگی ایک فطری تقاضا ہے اور دینی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر لوگ اِسے دُنیاداری سمجھتے ہیں، حالانکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنی اہلیہ کے ساتھ محبّت کرنا بھی رِضائے الٰہی کے لیے محبّت کی ایک صورت ہے، جس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔

خالقِ کائنات نے ارشاد فرمایا: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ یعنی "اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا فرمائیں؛ تاکہ تم اُن سے سُکون / آرام پاؤ اور اللہ نے تمہارے (میاں بیوی کے) درمیان محبّت و رحمت رکھ دی، بے شک اِس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے (اللہ کی قدرت پر) نشانیاں ہیں۔" [الروم 30:21]

آیتِ کریمہ سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1) خاندانی نظام، نکاح کا سلسلہ اور میاں بیوی والا رشتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی قدرت کی واضح نشانی ہے۔ زندگی کے اِس پہلو میں ذہنی آرام و راحت کا صرف یہی ایک ذریعہ اللہ کریم نے بنایا ہے۔ اِس سے اُن لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ہماری نوجوان نسل کو مغربی کلچر کے قصیدے سناتے ہیں اور خاندانی نظام کو تباہ کر کے فحاشی پر مبنی دوستانہ تعلقات کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ اِس کلچر سے نہ تو مغرب والے ذہنی سکون حاصل کر سکے ہیں، نہ ہی کبھی مسلم معاشرہ نفسیاتی چین پا سکتا ہے۔ (ماخوذ از صراط الجنان)

2) آیتِ کریمہ سے واضح ہوا کہ قُدرت کا بنایا ہوا نظام یہ ہے کہ مَرد کمائے اور عورت گھر میں رہ کر اُس کے آرام کا ذریعہ بنے، بلاوجہ اِس کا اُلٹ کرنا قدرتی نظام کی خلاف ورزی ہے۔ (ماخوذ از نور العرفان)

3) مَرد و عورت کے درمیان پہلے سے کوئی رشتہ داری یا تعارف نہ ہو تب بھی ربِّ کریم کی قدرت سے نکاح کے ذریعے اُن کے درمیان محبّت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے ہمدردی بھی کرنے لگتے ہیں۔ (ماخوذ از خزائن العرفان)

اِس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان محبّت اُن ذرائع سے نہیں ہوتی جو مغربی کلچر سکھاتا ہے، یہ محبّت رب العزّت کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو بے ہودہ ذرائع اختیار کریں اُن کی محبّت چند ماہ کے دوران نفرت و لڑائی میں بدل جاتی ہے اور یہ ہمارے سامنے ہے... جب کہ شریعت کے تقاضے پورے کرنے والوں کا باہمی پیار مثالی اور لازوال ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ خواہش پرستی و نفسانی محبّت عارضی ہوتی ہے اور سخت نقصان کا باعث بنتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے پیار لازوال ہوتا ہے اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہوتا ہے، خواہ محبوبانِ خدا سے ہو یا اپنے رشتہ داروں سے... اہلیہ سے ہو یا اپنی اولاد سے۔

عشقِ حقیقی کے ذرائع

اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہر بھلائی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی نصیب ہوتی ہے، وہ نوازے تو کوئی روکنے والا نہیں اور وہ محروم رکھے تو کوئی دینے والا نہیں۔

عشقِ حقیقی بھی ربّ تعالیٰ کا انعام ہے، وہ جسے چاہے اِس دَولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اِس کے لیے اپنے مالکِ کریم سے دُعائیں مانگنی چاہییں، تاہم واضح بات ہے کہ ربّ تعالیٰ اپنی بندگی اور اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی غلامی پر خوش ہوتا ہے اور اِن پر دارَین کی سعادت سے نوازتا ہے۔ اگر ہم بھی یہ کام کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قوی اُمّید ہے کہ وہ ہمیں بھی حقیقی محبّت کی چاشنی عطا فرمائے گا۔

اِزالۂ وہم: عشقِ حقیقی کے حوالے سے ایک غلط فہمی کا اِزالہ بہت ضروری ہے۔ جس طرح باقی گناہوں سے متعلق شیطان انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں کہ انسان برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور قبیح چیز خوش نما محسوس ہوتی ہے... اِسی طرح عشقِ حقیقی سے متعلق بھی شیطان انسان کو ایسے فریب میں پھنساتا ہے کہ وہ سخت گناہ کو بھی ذریعۂ خیر گمان کرنے لگتا ہے۔

یہ شیطان کی ہی کارستانی ہے کہ بعض لوگ نفسانی محبّت کو عشقِ حقیقی و محبّتِ باری کا ذریعہ سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اِس کے لیے ایسے ایسے جملے بولتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! بلکہ احمق لوگ گناہ والی محبّت کو جواز فراہم کرنے کے لیے صوفیائے کرام کا نام استعمال کرتے ہیں اور صوفی ازم کی مَن مانی تشریحات کرتے پھرتے ہیں۔

اِس حوالے سے پہلے تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ "عشقِ مجازی" کسے کہتے ہیں! تاج دارِ گولڑہ عالمِ ربّانی پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے مرشِدِ گرامی شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے مُرید و خلیفہ سید محمد سعید شاہ زنجانی علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ اِس شعر کا مفہوم کیا ہے؟

مَتَابْ اَزْ عِشْقْ رُوْ گَرْ چہ مَجَازِیْسْت   کہ آنْ بَہْرِ حَقِیْقَتْ کَارْ سَازِیست

(یعنی عشق اگر مجازی بھی ہو تو اُس سے منھ نہ موڑو!... یہ عشقِ حقیقی کا ذریعہ بن جائے گا)

آپ نے فرمایا: مُرَادْ اَزْ "عِشْقِ مَجَازِی" اَحْکَامِ شَرْعِیَّہ و مُتَابَعَتِ پِیرِ طَرِیْقَتْ استْ۔ یعنی صوفیا جب "عشقِ مجازی" کا لفظ بولتے ہیں تو اُن کی مراد شریعت کے احکام پر عمل اور (قُربِ الٰہی کے راستے پر چلانے والے) پیر و مرشِد کی پیروی ہوتی ہے۔

مزید فرمایا: چُوْں مُرِیْدِ صَادِقْ دَرِیْں ہَر دو ثَابِتْ قَدَم بَاشَدْ یَقِیْن است کہ بَمَرْتَبَۂ عِشْقِ حَقِیْقِیْ خَواہَدْ رَسِیْد۔۔ اگر سچا مرید اِن دونوں پر ثابت قدم رہے (دل و جان سے شریعت پر عمل کرے اور خدا تعالیٰ تک رسائی کا راستہ بتانے والے شیخ کا حکم مانے) تو یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُسے عشقِ حقیقی نصیب ہو جاتا ہے۔ (مرآۃ العاشقین (فارسی)، مجلس:38، ص:201، مطبع مصطفائی)

غور کیجیے، صوفیا کے نزدیک عشقِ مجازی سے مراد کتنی پاکیزہ چیز ہے! وہ نماز، روزہ اور شریعت کی پابندی کو عشقِ مجازی کہتے ہیں اور عشقِ مجازی کا شوق دلا کر حقیقت میں اُن جھوٹے صوفیوں کا رَدّ کرتے ہیں جنھوں نے محبّتِ الٰہی کے دعوٰی میں شریعت کو چھوڑ دیا، اِس کے برعکس ہمارے دَور کے آوارہ فکر لوگوں نے نوجوانوں کے ذہنوں میں عشقِ مجازی کا کیسا غلط مفہوم بٹھا دیا ہے!

نسلِ نَو فلموں، ڈراموں اور بے ہودہ پروگراموں میں جن لوگوں سے محبّت کا مطلب اور اُس کے گُر سیکھ رہی ہے اُن بے چاروں کو حقیقی محبّت کی کیا خبر!... عزیزو! تاج دارِ گولڑہ کے مرشدِ گرامی شمس العارفین علیہما الرحمہ سے پوچھو عشقِ مجازی کیا ہوتا ہے؟ وہ سکھاتے ہیں کہ شریعت پر عمل کا نام "عشقِ مجازی" ہے اور پھر جب شریعت کی برکت سے طریقت و حقیقت کا راستہ کھل جائے گا اور ربِّ کریم کی وہ رحمت نصیب ہو گی، جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں تو اُسے "عشقِ حقیقی" کہیں گے۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ اگر اللہ تعالٰی کسی شخص کو نفسانی محبّت کی آزمائش میں ڈالے اور وہ بندہ تقوٰی کا دامن تھامے رکھے، اللہ تعالٰی سے اِس آزمائش میں عافیت مانگے، دل کی کیفیت کو چھپائے، گانے اور دیگر بے ہودہ کاموں سے بچے تو اِس تقوٰی کی برکت سے رحمت ہو گی اور اُسے عشقِ حقیقی نصیب ہو جائے گا۔

عشقِ حقیقی کی چاشنی

مَحبّت کا چرچا ہر دَور میں رہا ہے اور اللہ والوں نے ہمیشہ یہی سکھایا ہے کہ ایک بار اللہ تعالٰی کی محبّت کا مزہ چکھ لو، پھر زندگی بھر کے لیے خواہشات والی محبت کو بھول جاؤ گے! تاریخ بتاتی ہے کہ جن خوش نصیبوں نے بزرگوں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اللہ سے لَو لگائی اُن کی اُخروی زندگی تو سنوری ہی سہی، ساتھ میں دنیاوی زندگی بھی قابلِ رشک بن گئی۔

اِس حوالے سے حضرت ابو عاصِم عُبَید بن عُمَیر لَیثی علیہ الرحمہ کا واقعہ بہت ایمان افروز ہے۔ آپ عہدِ نبوی میں پیدا ہوئے اور پھر علم و شباب جوبَن پر آیا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دَور میں مسجدِ حرام شریف کے اندر بیٹھ کر بندگانِ خدا کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ قرآن و سنت کے دلائل سے بھرپور آپ کا وعظ اتنا پُر اثر ہوتا تھا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جیسے جلیل القدر صحابی بھی آپ کی مجلسِ وعظ میں رونق افروز ہوا کرتے تھے۔[1]

مکہ مکرّمہ میں ایک نہایت حسین و جمیل عورت رہتی تھی، ایک دن وہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے شوہر سے کہنے لگی: تمہارے خیال میں کوئی ایسا بندہ ہے جو میرا چہرہ دیکھے اور اس پر فریفتہ نہ ہو؟ شوہر نے کہا: ہاں! ایک ایسا بندہ ہے۔ کہنے لگی: وہ کون! شوہر نے کہا: حضرت عُبَید بن عُمَیر۔ کہنے لگی: اگر تم مجھے ایک سازش کی اجازت دو تو میں اُنھیں بھی پھنسالوں گی! شوہر نے کہا: جاؤ کوشش کر لو!

---

[1] وَكَانَ يُذَكِّرُ النَّاسَ، فَيَحْضُرُ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما مَجْلِسَهُ۔ (سیر أعلام النبلاء، ج:4، ص:157، مؤسسة الرسالة)

وہ مسجدِ حرام میں آپ کے پاس آئی اور گویا ہوئی: مَیں آپ سے اپنے ایک ذاتی معاملے میں شرعی راہ نمائی لینا چاہتی ہوں... اور آپ کو مسجد کے ایک کونے میں لے گئی۔ وہاں اپنے حسین چہرے سے نقاب ہٹا کر کہنے لگی: إِنِّيْ قَدْ فُتِنْتُ بِكَ فَانْظُرْ فِيْ أَمْرِيْ! مَیں آپ کی محبّت میں گرفتار ہو چکی ہوں، آپ بھی میرے معاملے میں غور کریں!

حضرت ابو عاصِم عُبَید علیہ الرحمہ اُس کے جال میں پھنسنے والے کہاں تھے! تاہم آپ نے اُس کی کایا پلٹنے کے لیے فرمایا: مَیں تم سے چند سوالات پوچھتا ہوں، اگر تم نے سچ بولا تو میں غور کروں گا۔ کہنے لگی: مَیں ضرور سچ بولوں گی۔

آپ نے فرمایا: اگر ملک الموت جناب عزرائیل علیہ السلام تیری جان نکالنے کے لیے تشریف لے آئیں تب تیری یہ تمنا ہو گی؟ کہنے لگی: قسم بخدا، ہرگز نہیں! فرمایا: تُو نے سچ کہا ہے۔ پھر فرمایا: اچھا یہ بتا کہ جب تجھے قبر میں دفن کیا جائے گا اور مُنکَر نکیر سوال وجواب کے لیے آئیں گے تب یہ گناہ تجھے اچھا لگے گا؟ کہنے لگی: اللہ کی قسم، بالکل نہیں! فرمایا: یہ جواب بھی تو نے درست دیا ہے۔ پھر پوچھا: جب لوگوں کو اُن کے اعمال نامے دیے جا رہے ہوں گے اور تجھے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ تیرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں ہاتھ میں، اس وقت تجھے اِس نفسانی محبّت کی چاہت ہو گی؟ کہنے لگی: تب تو اس کا تصوّر بھی نہیں ہو گا۔ فرمایا: یہ بات بھی درست کی ہے۔

پھر آپ نے اُسے پُل صِراط، میزانِ اعمال اور حساب وکتاب کے مراحل یاد دلائے کہ اِن مقامات پر تجھے اِس پیار کی آرزو ہو گی؟ اس نے ہر ایک کا جواب نفی میں دیا۔ آپ نے فرمایا: اِتَّقِي اللهَ يَا أَمَةَ اللهِ! فَقَدْ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْكِ وَأَحْسَنَ إِلَيْكِ۔ یعنی اللہ کی بندی! (ربّ العزّت نے تجھے حُسن وجمال اور دیگر نعمتوں سے نواز کر) تجھ پر انعام واحسان فرمایا ہے، اِس کا یہ مطلب نہیں کہ تو اللہ کو ناراض کرے، ربّ کے فضل کا تقاضا یہ ہے کہ تو رب سے ڈرتی رہے اور اس کا حکم مانے۔ وہ گھر واپس لوٹی تو دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ شوہر نے پوچھا: (حضرت عبید کو پھنسانے کی) سازش کامیاب ہوئی؟ اس نے فقط ایک جملہ بولا: أَنْتَ بَطَّالٌ وَنَحْنُ بَطَّالُوْنَ۔ یعنی اِس نفسانی عشق ومحبّت کے چکر میں ہم تو حماقت وبے وقوفی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

پھر وہ نماز، روزے اور عبادات میں یوں مشغول ہوئی کہ اُس کا شوہر کہتا: مَا لِيْ وَلِعُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَفْسَدَ عَلَيَّ زَوْجَتِيْ، كُنْتُ كُلَّ لَيْلَةٍ عَرُوْسًا فَصَيَّرَهَا رَاهِبَةً۔[1] یعنی پہلے میری بیوی حُسن کی پُجاری تھی اور یوں بَن سنور کر رہتی کہ ہماری ہر شب سہاگ رات ہوتی تھی، عبید بن عمیر نے نہ جانے کیا نگاہ ڈالی ہے کہ اب وہ (عشقِ حقیقی کی چاشنی پا کر) جھوٹی محبّت کی ساری ادائیں بھول گئی ہے۔
(الثقات للعجلی، باب عبید، ج:2، ص:119، مکتبۃ الدار)

سیدنا عبید علیہ الرحمہ کا یہ ایمان افروز واقعہ نفسانی محبّت کی خاطر گناہ میں مبتلا ہونے والوں کو آج بھی راہِ ہدایت دکھاتا ہے۔

---

[1] مَا لِيْ وَلِعُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَفْسَدَ عَلَيَّ امْرَأَتِيْ كَانَتْ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ عَرُوْسًا فَصَيَّرَهَا رَاهِبَةً۔ (ذمّ الھوی لابن الجوزی، الباب:32، ص:266)

حرفِ آخر: دردِ دل کر مجھے عطا یاربّ!

اشرف المخلوقات "انسان" کے جسم میں سب سے قیمتی حصہ "دل" ہے۔ یہ سنور جائے تو پورا جسم سنور جاتا ہے اور یہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ مخلوق کی آنکھیں چہرہ ولباس وغیرہ کی طرف اُٹھتی ہیں، جب کہ خالقِ کریم کی نگاہِ رحمت دل کی طرف ہوتی ہے۔

دل کے عمدہ اوصاف میں سب سے اعلیٰ خوبی "محبّت" ہے۔ بزرگانِ دین یہی خوبی حاصل کرنے کے لیے مجاہَدات وریاضات کرتے ہیں اور اِسی کے لیے بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر التجائیں پیش کرتے ہیں۔

برادرِ اعلیٰ حضرت شہنشاہِ سخن مولانا حسن رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے سوز وگُداز میں ڈوب کر مُناجات کی:

دردِ دِل کر مجھے عطا یاربّ! — دے مِرے دَرد کی دَوا یارب!
زَخم گہرا سا تیغِ اُلفت کا — میرے دل کو بھی کر عطا یاربّ!
بھول کر بھی نہ آئے یاد اپنی — میرے دل سے مجھے بُھلا یاربّ!
میری آنکھیں مِرے لیے ترسیں — مجھ سے ایسا مجھے چُھپا یا ربّ!
ٹیس کم ہو نہ دردِ اُلفت کی — دِل تڑپتا رہے مِرا یاربّ!
داغِ اُلفت کی تازگی نہ گھٹے — باغ دل کا رہے ہَرا یاربّ!
تُو حَسَنؔ کو اُٹھا حَسَن کر کے — ہو مع الخیر خاتمہ یاربّ!

یہ بات سوچ کر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ عصرِ حاضر کے نوجوان اپنے قیمتی دل کے اعلیٰ ترین وصف، یعنی محبّت سے مکمّل طور پر ناآشنا ہوتے جارہے ہیں۔ وہ اِس عالی شان خوبی کی معلومات ایسے گھٹیا لوگوں سے لیتے ہیں جنھیں محبّت کی خبر ہی نہیں۔

آج عالَمی سطح پر "یومِ محبت / Valentine Day" منایا جارہا ہے۔ چنانچہ "محبّت کے بارے میں اسلامی تعلیمات" کے عنوان سے کچھ باتوں کا تذکرہ ہوا، خلاصہ یہ ہے کہ:

- مَحبّت اللہ تعالیٰ سے ہو یا اللہ کریم کے لیے ہو تو دُنیا میں بھی سعادت وبرکت کا ذریعہ بنتی ہے اور آخرت میں بھی رحمت ونَجات کا سبب ہوگی، لیکن اگر معاذ اللہ! نفسانی خواہشات کو محبّت کا نام دے کر ربّ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے تو اُس کا انجام اخلاق وکردار کی تباہی اور ذلّت ورُسوائی ہے... جب کہ مالکِ کریم کی ناراضی اور بندے کی اُخروی تباہی اِس کے علاوہ ہے۔
- انسان پر فرض ہے کہ اُس کے دل میں سب سے زیادہ محبّت اُس ربّ کی ہو جس نے اُسے پیدا فرمایا ہے۔ اِس محبت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، اِس کی پہچان یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، اُس کے قُرب ورِضا کا طلب گار رہے، خود کو ربِّ کریم کا محتاج سمجھے، اُس کے ذکر سے چین آئے اور اُس کے حکم پر عمل کرے۔

- مخلوق میں جس ہستی کے ساتھ سب سے زیادہ، بلکہ ''اَخّے واہ'' پیار ہونا چاہیے وہ امام الانبیا ﷺ کی ذاتِ کریمہ ہے؛ آپ ربِّ کریم کے محبوب بھی ہیں اور ہم پر آپ کے احسانات اِس قدر ہیں کہ کبھی بھی اُن کا بدلہ نہیں چکایا جاسکتا۔
- مخلوق میں سے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے محبّت ہو... یعنی اُس سے فقط اِس لیے اُلفت ہو کہ باری تعالیٰ اُس کے ساتھ پیار سے راضی ہوتا ہے... اُس کی محبّت بڑی سعادتوں کا سبب بنتی ہے۔ جیسے: صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام، اولیائے ذوی الاحترام اور علمائے ذی شان کی چاہت... اُس بندے سے محبت جس کے ذریعے فرماں برداری کی توفیق ملی... اپنے والدین سے محبت... اولاد کے ساتھ پیار... اپنی اہلیہ سے اُلفت... رشتہ داروں کی پریت... غریبوں اور کمزوروں سے لگاؤ... علمِ دین سیکھنے والوں کی طرف میلان۔ اگر یہ سب چاہتیں شرعی حُدود میں ہوں تو انسان کو بہت بلندی تک لے جاتی ہیں۔
- ''اللہ تعالیٰ کی محبّت'' اور ''اللہ تعالیٰ کے لیے محبّت''... دونوں کی چاشنی ایسی ہے کہ اگر ایک مرتبہ نصیب ہو جائے تو انسان زندگی بھر کے لیے گناہوں والی محبّت پر تھوک دے؛ لہٰذا ہمیں خواہش پرستی کے بجائے محبّتِ الٰہی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
- عشقِ مجازی سے مراد شریعت کے احکام پر عمل کرنا اور محبوبانِ خدا سے پیار کرنا ہے، یہ محبّت بلاشبہ عشقِ حقیقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ نفسانی محبّت نہ تو عشقِ مجازی ہے، نہ ہی وہ عشقِ حقیقی کا ذریعہ ہے۔ سوچیے! کیا گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی ملے گی؟ کتنی عجیب منطق ہے جو ہماری نوجوان نسل کو سکھائی جارہی ہے! کبھی زہر کے ذریعے بھی شفا ملی ہے؟
- نگاہوں کی حفاظت سے ایمان کی مٹھاس ملتی ہے اور بد نگاہی ایمان کے لیے زہرِ قاتل ہے؛ لہٰذا کبھی بھی بد نگاہی جیسے منحوس عمل میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے۔
- حیا ایمان، بلکہ انسانیت کا زیور ہے اور بے حیائی سے بے شمار گناہوں کا راستہ کھلتا ہے؛ لہٰذا ہر اُس کام سے بچنا چاہیے جو بے حیائی تک لے جائے اور حیا کو پروان چڑھانے کی خوب کوشش کرنی چاہیے۔
- بے ہودہ یورپین کلچر ہمیں اسلامی تعلیمات سے دُور کرتا ہے؛ لہٰذا اِس سے خود بھی بچیے اور حتّی الامکان اپنے متعلقین کو بھی بچائیے! اور اسلامی تہذیب اپنائیے! جو ہمیں ماہِ مدینہ ﷺ کے قدموں تک پہنچاتی ہے۔

شرعی مسئلہ: بات بات پر قسم اُٹھانا درست نہیں، یوں ہی جھوٹی قسم اُٹھانا گناہ ہے، تاہم ضرورت کے تحت سچی قسم اُٹھائی جاسکتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ قسم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفات اور اُس کے ناموں کی ہوتی ہے، کسی بھی اور چیز کی قسم اُٹھانا ممنوع ہے اور غیر اللہ کی قسم کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ کعبۃ اللہ یا ماں باپ وغیرہ کی قسم... یعنی ایسی قسم توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ہوتا، جب کہ اللہ تعالیٰ کی صفت یا نام پر مستقبل کی قسم اُٹھائی جائے تو اُس کے توڑنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ امام الانبیاء ﷺ کے صدقے میں ہمارے دلوں کو اپنی محبّت سے معمور فرمائے اور اپنے فضل و کرم کے ساتھ ہمیں محض اپنی رِضا کے لیے اپنی مخلوق سے پیار کرنے کی توفیق سے نوازے۔ ربِّ کریم ہمیں نفسانی خواہشات، گناہوں والی محبّت اور کفار کی بے ہودہ رسموں سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔

خالقِ کائنات تمام اُمّتِ مسلمہ سے مصائب و آلام دُور فرمائے، مظلوموں کی غیبی تائید و نصرت فرمائے، خصوصًا اہلِ غزہ کو اِعانت سے نوازے اور امریکہ و اسرائیل کے مذموم عزائم کو خاک میں ملائے!

مالکِ کریم پاکستان کو ہر طرح کے مصائب سے محفوظ رکھے اور حکمرانوں کو دین کا خیر خواہ اور عوام کا خدمت گزار بنائے!

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ!